خطبہ جمعہ

اَلْجَبَّار سے مراد وہ ذات ہے جو مخلوق کی نسبت بہت ہی بلند شان ہو۔

بہت ہی بُرا ہے وہ شخص جو بڑا بنا پھرتا ہے اور شیخیاں مارتا ہے مگر کبیر اور بلند شان والے خدا کو بھول جاتا ہے۔

اور بہت ہی بُرا ہے وہ شخص جو تکبر اور ظلم سے کام لیتا ہے مگر خدائے جَبَّار واَعْلٰی کو بھول جاتا ہے۔

(آیات قرآنی، احادیث نبویہ اور مختلف مفسرین وحضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْجَبَّار کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۱۲؍اپریل ۲۰۰۲ء بمطابق ۱۲؍شہادت ۱۳۸۱ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ .سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾(الحشر:۲۴)

وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلام ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، کامل غلبہ والا ہے، ٹوٹے کام بنانے والا ہے (اور) کبریائی والا ہے۔ پاک ہے اللہ اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

آج صفت جباریت کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ خطاب ہوگا۔ ممکن ہے آگے بھی چلے لیکن ہو سکتا ہے اس دفعہ ہی ختم ہو جائے۔

حل لغات۔ جَبَرَ العَظْمَ کا معنی ہے اُس نے ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ دیا۔ (المنجد)

جَبَرَ فَلَانٌ فُلَانًا کا مطلب ہے اُس نے اُس کو تنگدستی اور فقر سے نجات دلا کر مالدار بنا دیا۔ جَبَرَ اللّٰهُ فُلَانًا کا معنی ہوگا کہ اللہ نے فلاں کی ضرورت پوری فرما دی۔ الجبّار۔ یہ خدا تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور اس کا مطلب ہے کہ ایسی ہستی جو بندوں کو اپنے اوامر و نواھی پر عمل کروانے پر مجبور کر سکتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الجبّار سے مراد وہ ذات ہے جو مخلوق کی نسبت بہت ہی بلند شان ہو۔ اسی لئے نَخْلَةٌ جَبَّارَةٌ کھجور کے ایسے درخت کو کہتے ہیں جس تک رسائی ناممکن ہو۔

(النہایہ لابن أثیر و لسانُ العرب)

مفردات امام راغبؒ کے مطابق جَبَر کے حقیقی معنے دراصل کسی چیز میں طاقت و غلبہ کے ساتھ اصلاح کرنا ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ "جَبَرْتَهُ فَانْجَبَرَ" کہ مَیں نے اس کی اصلاح کی پس وہ درست ہو گیا۔..... اور کہا جاتا ہے کہ اَلْجَبْرُ کے معنی کبھی تو صرف اصلاح ہی کے ہوتے ہیں جیسے کہ حضرت علیؓ کا یہ قول ہے: "يَا جَابِرَ كُلِّ كَسِيرٍ، وَ يَا مُسَهِّلَ كُلِّ عَسِيرٍ" اے ہر شکستہ کی اصلاح کرنے والے اور اے ہر تنگ دست کے لئے کشائش پیدا کرنے والے..... اور جَبَر کا لفظ کبھی مُجَرد زبردستی اور غلبہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے: "لَا جَبْرَ وَلَا تَفْوِيْضَ" یعنی نہ کوئی زبردستی ہوگی اور نہ ہی کوئی چیز عطا کی جائے گی۔.....

اَلْجَبَّار کا لفظ ایسے شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے ایسے متکبرانہ دعاوی کرتا ہے جن کا وہ مستحق نہیں ہوتا۔ اور انسان کے بارے میں "جبّار" کا لفظ صرف مذمت کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہ اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے: "وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ" اور پھر "كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ"۔ اور "كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ" سے مراد ایسا شخص ہے جو تکبر کی وجہ سے حق قبول کرنے اور ایمان لانے سے اپنے آپ کو بالا سمجھتا ہے۔

البتہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہے: العزیز الجبّار المُتکبّر۔ اللہ تعالیٰ کا نام اَلْجَبَّارُ اہل عرب کے قول "جَبَرْتُ الفَقِيْرَ" سے لیا گیا ہے جس کا مطلب ہے مَیں نے فقیر کو نوازا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ایسی ذات ہے جو لوگوں پر اپنی بے انتہا نعماء نازل کرتی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اَلْجَبَّارُ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو اس امر کی طرف جو وہ کرنا چاہتا ہے مجبور کر کے لے جاتا ہے..... حضرت امیر المؤمنین (یعنی حضرت علیؓ) کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے "اے آسمان کو پیدا کرنے والے اور دِلوں کو مجبور کر کے ان کی سعید اور شقی فطرت کی طرف لے جانے والے! پس وہ دِلوں کی اصلاح ان کی معرفت اور فطرت کے موافق کرنے والا ہے۔

امام رازیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: جَبَّار مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے فقیر کو غنی بنانے والا اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا۔

علامہ ازہری کہتے ہیں کہ وَهُوَ لَعَمْرِی جَابِرُ كُلِّ كَسِيْرٍ وَ فَقِيْرٍ کہ میری عمر کی قسم! اللہ تعالیٰ ہر ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا اور ہر فقیر کو غنی کرنے والا ہے۔

علامہ ازھریؒ مزید بیان فرماتے ہیں کہ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ وہ اپنے پسندیدہ دین کی اصلاح فرماتا رہتا ہے۔

"اَلْجَبَّارُ" "جَبَرَهٗ عَلٰى كَذَا" سے ہے یعنی اس نے اسے اپنے ارادہ کے موافق کام کرنے پر مجبور کر دیا۔

فَرَّاءؒ نے "اَلْجَبَّارُ" کو اکراہ کے معنوں میں لیا ہے۔

ابن انباریؒ کہتے ہیں کہ "اَلْجَبَّارُ" اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت ہے جو حاصل نہیں کی جا سکتی۔

ابن کثیرؒ کا قول ہے کہ اَلْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ کا مطلب ہ کہ وہ ذات جسے جبر و اکراہ زیبا ہے، دوسروں کو نہیں۔ اور جسے کبریائی سجتی ہے، دوسروں کو نہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عظمت میرا بچھونا اور کبریائی میرا اوڑھنا ہے۔ پس جس نے ان میں سے کسی ایک میں بھی میرا شریک بننے کی کوشش کی، مَیں اسے سخت عذاب دوں گا۔

قتادہ کہتے ہیں: جبّار کا مطلب ہے کہ وہ ذات جس نے جیسے چاہا اپنی مخلوق کو پیدا کیا۔

لفظ جبّار جب انسانوں کی صفت کے طور پر استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ہوگا: سرکشی اور ظلم کرنے والا۔ اور اس طرح یہ ایک بُری صفت کہلائے گی۔ اس کی مثال قرآن کریم میں یوں ہے کہ وَعَصَوا رُسُلَهٗ واتّبعُوا كُلَّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول وَلَمْ يَجعلْنِیْ جَبَّارًا شقِيًّا میں اس صفت کی نفی کی گئی ہے۔

لیکن اگر لفظ جبّار الف لام کے ساتھ آئے تو یہ خدا کے اسماء حُسنیٰ میں سے ہوگا اور یہ صفت اگرچہ انسانوں کے حق میں مذموم صفت کے طور پر استعمال ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے

کمالِ مطلق کے لئے اس کی اس صفت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ٹوٹے کام بنادیتا ہے۔ چنانچہ غربت کے ماروں کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنی اس صفت کے تحت زکوٰۃ اور صدقات کا حکم دیا ہے جبکہ اسی صفت کے تحت اس نے مریض کی اس طرح دلجوئی فرمائی ہے کہ اگر وہ بیماری کو صبر اور رضا کے ساتھ برداشت کرے گا تو اُسے اجر دے گا۔

اَلْجَبَّار کے معانی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کامل غلبے والا ہے چنانچہ ہر چیز اُس کی اطاعت گزار ہے اور ہر ایک اُس کے سامنے جھکنے پر مجبور ہے۔ انسانوں کے لئے جبّار کی صفت اگرچہ بُری صفت سمجھی جاتی ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کسی بات پر مجبور کرے تو ضرور اس میں انسان کا فائدہ ہوگا خواہ انسان اس کو وقتی طور پر سمجھ سکے یا نہ سمجھ سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر بھی جبّار کے معانی کو خوب کھول رہا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

تیرے اے میرے مربی کیا عجائب کام ہیں
گرچہ بھاگیں ، جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

اس شعر میں جبر ظلم اور تعدی کا جبر نہیں بلکہ شفقت اور رحمت کا جبر ہے۔ کیونکہ جس طرح ایک محبت کرنے والا باپ اپنے بیٹے پر انعام کرنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے، اسی طرح ہمارا آسمانی باپ بھی جب اپنے کسی بندے پر انعام کرنا چاہتا ہے اور اپنے کسی قانون کو اس انعام کے راستہ میں ظاہر روک پاتا ہے تو اپنی مشیت کے بہانے تلاش کر کے اس کے لئے انعام کے دروازے کھول دیتا ہے کیونکہ وہ کسی قانون کا غلام نہیں بلکہ اپنے حکم پر بھی غالب اور حاکم ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بندہ اس کا باغی نہ ہو بلکہ ایک پیار کرنے والے بچے کی طرح اُس کے دامن سے چمٹا رہے۔

حضرت عبداللہؓ بن عَمْرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کا دل خدائے جبار کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ وہ جب اسے پھیرنا چاہتا ہے، پھیر دیتا ہے۔ چنانچہ آپؐ بکثرت کہا کرتے تھے یَا مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ یعنی اے دلوں کو پھیرنے والے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابہ)

حضرت عبداللہ بن بُسر بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے ایک بھیڑ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کی۔ یہ بھُنی ہوئی بھیڑ تھی، کچی بھیڑ کی بات نہیں کر رہے۔ رسول کریم ﷺ دو زانو بیٹھ کر (اس بھیڑ کے گوشت میں سے) کھانے لگے۔ اس پر ایک اعرابی نے کہا: یہ آپ کیسے بیٹھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے معزز بندہ ضرور بنایا ہے مگر اس نے مجھے جابر اور سرکش نہیں بنایا۔ (سنن ابن ماجہ۔ کتاب الأطعمة)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ (تہجد کی) نماز پڑھی۔ آپؐ نے ابتداء یوں کی کہ پہلے مسواک کی، پھر وضو فرمایا، پھر نماز شروع کی۔ آپؐ نے سورۃ البقرۃ کی تلاوت شروع کی اور جب بھی کوئی ایسی آیت آتی جس میں رحمت کا بیان ہوتا تو آپ رُک جاتے اور اس رحمت کے حصول کے لئے دعا کرتے اور جب بھی کوئی ایسی آیت آتی جس میں عذاب کا ذکر ہوتا تو بھی آپ رُک جاتے اور عذاب سے پناہ کی دعا کرتے۔ پھر آپؐ رکوع میں گئے اور اپنے قیام کے برابر رکوع کی حالت میں رہے۔ آپؐ رکوع میں یہ کہہ رہے تھے: سُبْحَانَ ذِیْ الْجَبْرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْعَظَمَةِ۔ یعنی پاک ہے وہ ذات جو جبروت اور ملکوت والی ہے اور بڑائی اور عظمت والی ہے۔ پھر آپؐ نے رکوع کے برابر سجدہ کیا۔ آپؐ اپنے سجدوں میں بھی کہہ رہے تھے: سُبْحَانَ ذِیْ الْجَبْرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْعَظَمَةِ۔ یعنی پاک ہے وہ ذات جو جبروت اور ملکوت والی ہے اور بڑائی اور عظمت والی ہے۔

پھر دوسری رکعت میں آپؐ نے سورۃ آل عمران پڑھی۔ پھر اس کے بعد (ہر رکعت میں) ہر بار مختلف سورت پڑھتے رہے۔ اس طرح آپ نماز ادا کرتے رہے۔

(سنن النسائی۔ کتاب التطبیق)

اب اس میں جو بہت لمبی لمبی سورتیں ہیں اب اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ بیان کرنے والا صحیح بیان کر رہا ہے یا واقعی اتنی لمبی سورتیں آپ پڑھا کرتے تھے۔ اور قیام کے برابر رکوع کرنا یہ بہت تعجب انگیز ہی ہے۔ اور رکوع کے برابر سجدہ کرنا تو خیر تعجب انگیز نہیں، مگر بہر حال یہ حدیث جس طرح کی تھی مَیں نے بیان کر دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (بیت اللہ کو) بیت العتیق کا نام اس لئے دیا جاتا ہے کیونکہ اس پر کوئی جابر بادشاہ (کبھی) غالب نہیں آیا۔ (ترمذی۔ کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ الحج)

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بیت اللہ پر کسی جابر بادشاہ کو غلبہ حاصل کرنے کی توفیق نہیں ملی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسریٰ و قیصر اور نجاشی اور ہر جابر حکمران کو دعوت الی اللہ کی خاطر خطوط لکھے اور یہاں مذکور نجاشی وہ نجاشی نہیں ہیں جن کی نماز جنازہ نبی اکرم ﷺ نے پڑھائی تھی۔ (مسلم۔ کتاب الجہاد والسیر)۔ وہ حبشہ کا نجاشی اور تھا۔ اور یہ نجاشی کی بات ہو رہی ہے۔

حضرت اسماءؓ بنت عُمَیس بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہت ہی برا ہے وہ شخص جو بڑا بنا پھرتا ہے اور شیخیاں مارتا ہے مگر کبیر اور بلند شان والے خدا کو بھول جاتا ہے۔ اور بہت ہی بُرا ہے وہ شخص جو تکبر اور ظلم سے کام لیتا ہے مگر خدائے جبار و اعلیٰ کو بھول جاتا ہے۔ اور بہت ہی بُرا ہے وہ شخص جو غفلت اور لہو و لعب میں زندگی گزارتا ہے مگر قبروں کو اور دکھ و ابتلا کو بھول جاتا ہے۔ اور بہت ہی بُرا ہے وہ شخص جو فساد برپا کرتا اور سرکشی اختیار کرتا ہے، نہ اسے یہ یاد ہے کہ اس کی ابتدا کیسے ہوئی اور نہ ہی اُسے معلوم ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ اور بہت ہی برا ہے وہ شخص جو دین کے مقابل پر دنیا کا طالب ہے۔ اور بہت ہی بُرا ہے وہ شخص جو دین کی بجائے شبہات کے پیچھے چلتا ہے۔ اور بہت ہی بُرا ہے وہ شخص جو طمع اور لالچ کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اور بہت ہی برا ہے وہ شخص جسے اُس کی خواہشات بھٹکائے پھرتی ہیں۔ اور بہت ہی بُرا ہے وہ شخص جس کو اُس کی تمنائیں ذلیل کئے پھرتی ہیں۔ (ترمذی۔ کتاب صفة القیامة)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے منبر پر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ. وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ. سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (الزُّمر:۶۸)۔ یعنی: اور انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کا حق تھا اور قیامت کے دن زمین تمام تر اُسی کے قبضہ میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ کو حرکت دیتے ہوئے کبھی آگے کی طرف اشارہ کرتے، کبھی پیچھے کی طرف اور فرماتے: اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی بڑائی بیان کرتا ہے (اور فرماتا ہے کہ) مَیں جبّار ہوں، مَیں کبریائی والا ہوں، مَیں بادشاہ ہوں، مَیں کامل غلبہ والا ہوں، مَیں صاحبِ عزت و تکریم ہوں۔ یہاں تک کہ منبر لرزنے لگا اور ہمیں خدشہ ہوا کہ کہیں یہ (منبر جوش کی وجہ سے) گر ہی نہ جائے۔ (مسند احمد بن حنبل: مسند المکثرین من الصحابة)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میرے سر پر سے زمین لپٹ کر ایک طرف ہوگی۔

اب یہ سمجھ نہیں آئی 'زمین لپیٹ کر ایک طرف ہوگی' سے کیا مراد ہے۔ مگر حدیث میں یہی الفاظ ہیں۔ ہو سکتا ہے سننے والے نے غلط سنے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے سر پر سے زمین لپیٹنے کا

تو کوئی مطلب سمجھ نہیں آسکتا۔

مگر مَیں کوئی فخر نہیں کرتا۔ اور مجھے ہی حمد کا جھنڈا عطا کیا جائے گا مگر مَیں اس پر کوئی فخر نہیں کرتا۔ اور مَیں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا اور اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔ اور مَیں ہی قیامت کے دن سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور مَیں اس پر کوئی فخر نہیں کرتا۔ اور مَیں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اس کے کڑے کو پکڑوں گا تو فرشتے پوچھیں گے: یہ کون ہے؟ مَیں کہوں گا: مَیں محمدؐ ہوں۔ اس پر وہ میرے لئے جنت کے دروازے کھول دیں گے۔ پھر مَیں اس میں داخل ہوں گا تو خدائے جبار کو اپنے سامنے پاؤں گا۔ مَیں اُس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ وہ فرمائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھالو اور بات کرو، تمہاری سنی جائے گی۔ اور کہو، تمہاری عرض قبول کی جائے گی۔ اور شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ چنانچہ مَیں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے میرے ربّ! میری امّت، میری امّت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی امّت کے پاس جا اور اُن میں سے جس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اُسے جنت میں داخل کردے۔ چنانچہ مَیں جاؤں گا اور جس کے دل میں اس قدر ایمان ہوگا اُسے جنت میں داخل کردوں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ خدائے جبار میرے سامنے ہے۔ مَیں پھر اُس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: اے محمدؐ! اپنا سر اٹھالو اور بات کرو، تمہاری سنی جائے گی۔ اور کہو، تمہاری عرض قبول کی جائے گی۔ اور شفاعت کرو، تمہیں شفاعت کا حق دیا جاتا ہے۔ اس پر مَیں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: میری امّت، میری امّت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی امّت کے پاس جا اور اُن میں سے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اُسے جنت میں داخل کردے۔ چنانچہ مَیں جاؤں گا اور جس کے دل میں اس قدر ایمان ہوگا اُسے جنت میں داخل کردوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے حساب کتاب سے فارغ ہو جائے گا اور میری امّت میں سے جو لوگ بچیں گے ان کو اہل نار کے ساتھ جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ اس پر اہل جہنم (میری امّت کے ان لوگوں کو) کہیں گے: تم تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے اور کسی کو اُس کا شریک نہیں ٹھہراتے تھے مگر تمہارا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اُس کا شریک نہ ٹھہرانا، تمہارے کسی کام نہ آیا!۔ اس پر خدائے جبار فرمائے گا: مجھے میری عزت کی قسم! مَیں ان کو آگ سے آزاد کرتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ارشاد فرمائے گا تو وہ اس حال میں باہر نکلیں گے کہ آگ سے جھلس گئے ہوں گے۔ پھر وہ زندگی کی نہر میں داخل ہوں گے تو اس میں وہ اس طرح (جلد جلد) بڑھیں گے جیسے دانہ سیلاب کی مٹی میں بڑھتا ہے۔ اور اُن کی آنکھوں کے درمیان لکھا جائے گا کہ یہ خدا تعالیٰ کے آزاد کردہ لوگ ہیں۔ چنانچہ انہیں وہاں سے لے جایا جائے گا اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اہل جنت انہیں کہیں گے کہ یہ جہنم والے لوگ ہیں۔ اس پر خدائے جبار فرمائے گا: نہیں، بلکہ یہ خدائے جبار کے آزاد کردہ لوگ ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل۔ مسند المکثرین)

حضرت عمرو بن مالک الجَنْبِیّ کہتے ہیں کہ فَضَالَہؓ بِن عُبَید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عُبادَہ بن صَامِت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ مخلوق کے حساب کتاب سے فارغ ہو جائے گا تو آخر پر دو آدمی بچیں گے۔ ان دونوں کو جہنم میں ڈالنے کا حکم صادر ہوگا۔ اس پر ان میں سے ایک مُڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف دیکھے گا تو خدائے جبّار کہے گا: اسے واپس لاؤ۔ چنانچہ فرشتے اُسے واپس لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُس سے پوچھے گا کہ تم نے مُڑ کر کیوں دیکھا ہے؟ وہ شخص کہے گا: مجھے تو تجھ سے یہ امید تھی کہ تُو مجھے جنت میں داخل کرے گا۔ اس پر اُسے جنت میں داخل کرنے کا حکم صادر ہوگا۔ اس پر وہ شخص کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا دیا ہے کہ اگر مَیں تمام اہل جنت کو بھی اس میں سے کھلا تا رہوں تب بھی اس میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب یہ بات بیان فرما رہے تھے تو آپؐ کے چہرہ مبارک سے خوشی اور سرور چھلک رہا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند الأنصار)

سورۃ ابراھیم کی آیت ﴿وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”یہ سنت اللہ ہے کہ مامور من اللہ ستائے جاتے ہیں، دکھ دئے جاتے ہیں، مشکل پر مشکل اُن کے سامنے آتی ہے۔ نہ اس لئے کہ وہ ہلاک ہو جائیں بلکہ اس لئے کہ نصرت الٰہی کو جذب کریں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی مکّی زندگی کا زمانہ مدنی زندگی کے بالمقابل دراز ہے۔ چنانچہ مکّہ میں تیرہ برس گزرے اور مدینہ میں دس برس۔ جیسا کہ اس آیت میں پایا جاتا ہے ہر نبی اور مامور من اللہ کے ساتھ یہی حال ہوا ہے کہ اوائل میں دکھ دیا گیا ہے۔ مکار، فریبی، دکاندار اور کیا کیا کہا گیا ہے۔ کوئی برا نام نہیں ہوتا جو ان کا نہیں رکھا جاتا۔ وہ نبی اور مامور ہر ایک بات کی برداشت کرتے اور ہر دکھ کو سہہ لیتے ہیں لیکن جب انتہا ہو جاتی ہے تو پھر بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے دوسری قوت ظہور پکڑتی ہے۔ اسی طرح پر رسول اللہ ﷺ کو ہر قسم کا دکھ دیا گیا ہے اور ہر قسم کا برا نام آپ کا رکھا گیا ہے۔ آخر آپ کی توجہ نے زور مارا اور وہ انتہا تک پہنچی جیسا ﴿وَاسْتَفْتَحُوْا﴾ سے پایا جاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ ﴿وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ تمام شریروں اور شرارتوں کے منصوبے کرنے والوں کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ توجہ مخالفوں کی شرارتوں کے انتہا پر ہوتی ہے کیونکہ اگر اوّل ہی ہو تو پھر خاتمہ ہو جاتا ہے!! مکّہ کی زندگی میں حضرت احدیت کے حضور گرنا اور چلّانا تھا اور وہ اس حالت تک پہنچ چکا تھا کہ دیکھنے والوں اور سننے والوں کے بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے مگر آخر مدنی زندگی کے جلال کو دیکھو کہ وہ جو شرارتوں میں سرگرم اور قتل اور اخراج کے منصوبوں میں مصروف رہتے تھے سب کے سب ہلاک ہوئے اور باقیوں کو اس کے حضور عاجزی اور منّت کے ساتھ اپنی خطاؤں کا اقرار کر کے معافی مانگنی پڑی“۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۲ مورخہ ۱۷/جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۳)

علامہ فخر الدین رازیؒ سورۃ مریم کی آیت ﴿وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾ (مریم:۱۵) کی تفسیر کے تحت تحریر کرتے ہیں:

”﴿وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا﴾ لانے سے اللہ تعالیٰ کا مقصود حضرت یحییٰ علیہ السلام کی انکساری، تواضع اور نرمی کی تعریف کرنا ہے اور یہ مومنوں کی صفات میں سے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ یعنی اور اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دور بھاگ جاتے“۔ کیونکہ عبادات کا سرچشمہ انسان کی اپنی عاجزی کا عرفان اور اپنے رب کی عظمت و کمال کی معرفت ہے اور جس نے اپنے نفس کی عاجزی کو پہچان لیا اور ربّ کے کمال کی معرفت حاصل کر لی اس کے لئے تَرَفُّع اور تَجَبُّر یعنی بڑائی اور تکبر کیسے ممکن ہے۔ (تفسیر کبیر رازی)

علامہ فخر الدین رازیؒ سورۃ مریم کی آیت ﴿وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا﴾ (مریم:۳۳) کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

”اور یہ بات ملاحظہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اس امر میں خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے اور ان کا قول ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا﴾ کا مطلب ہے اللہ نے مجھے متکبر نہیں بنایا بلکہ مَیں عاجزی اختیار کرنے والا شخص ہوں کیونکہ مَیں اپنی والدہ کا خدمت گزار ہوں، اور اگر مَیں جبّار ہوتا تو مَیں نافرمان اور بدبخت ہوتا۔

اور روایت کی گئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارہ میں کہا تھا ”میرا دل نرم ہے اور مَیں اپنی نظر میں اپنے آپ کو حقیر پاتا ہوں۔ (تفسیر کبیر رازی)

علامہ فخر الدین رازیؒ سورۃ الشعراء کی آیت ﴿وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ﴾ (الشعراء:۱۳۱) کی تفسیر کے تحت تحریر کرتے ہیں کہ:

”ہم اس مقام کے علاوہ دیگر کئی مقامات پر یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ صفت ”جَبَّار“ جب

بندہ کے لئے استعمال ہو تو ذمت کے لئے استعمال ہوتی ہے اور اگر "جَبَّار" اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر آئے تو مدح کے لئے ہوتا ہے۔ گویا جو شخص کسی پر ناحق بڑائی کے ساتھ غالب آجاتا ہے تو اس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ اس کی گرفت جَبَّار کی سی گرفت ہے.....اور اَلْجَبَّارِیَۃُ کا مطلب ہے بڑائی میں خود کو منفرد رکھنے کی خواہش۔ مختصر یہ کہ انہوں نے بڑائی کو اس پر قائم رہنے کو اور اس میں منفرد ہونے کو پسند کیا جب کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں"۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"راقم اِس رسالہ نے ایک درویش کو دیکھا کہ وہ سخت گرمی کے موسم میں یہ آیتِ قرآنی پڑھ کر وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ زنبور کو پکڑ لیتا تھا اور اُس کی نیش زنی سے بکلّی محفوظ رہتا تھا اور خود اِس راقم کے تجربہ میں بعض تاثیراتِ عجیبہ آیتِ قرآنی کی آچکی ہیں جن سے عجائباتِ قدرت حضرت باری جل شانہٗ معلوم ہوتے ہیں۔"

(سرمہ چشم آریہ۔ صفحہ ۴۰۔ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

اب یہ جو واقعہ ہے اس کو ہم نے خود بچپن میں تجربہ کر کے دیکھا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خاص طور پر مجھے یہ ترکیب بتائی تھی کہ اگر یہ آیت ﴿وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ﴾ پڑھ کر بھونڈ جن کے اندر ابھی ڈنک ہوتا ہے ان کو پکڑ لیا جائے تو وہ کاٹتے نہیں ہیں۔ اور بارہا مَیں نے ایسا کیا ہے۔ ایک دفعہ نہیں بہت مرتبہ۔ کس طرح ان بھونڈوں کو پکڑا اور انہوں نے کاٹا نہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے کرشمے ہیں۔ یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے بالکل اسی طرح حقیقت ہے۔

ایک الہام ہے ۲۱/اگست ۱۹۰۶ء کا:

(۱)....."شب گزشتہ کو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ اِس قدر زنبور ہیں (جن سے مراد کمینہ دشمن ہیں) کہ تمام سطح زمین اُن سے پُر ہے۔ اور ٹڈی دل سے زیادہ ان کی کثرت ہے۔ اِس قدر ہیں کہ زمین کو قریباً ڈھانک دیا ہے۔ اور تھوڑے ان میں سے پرواز بھی کر رہے ہیں جو نیش زنی کا ارادہ رکھتے ہیں مگر نامراد رہے۔ اور مَیں اپنے لڑکوں شریف اور بشیر کو کہتا ہوں کہ قرآن شریف کی یہ آیت پڑھو اور بدن پر پھونک لو۔ کچھ نقصان نہیں کریں گے۔ اور وہ آیت یہ ہے: ﴿وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ﴾۔ پھر بعد اس کے آنکھ کھل گئی۔

(۲)..... الہام ہوا: نُصِرْتَ بِالرُّعْبِ . وَقَالُوْا لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ

(ترجمہ: رعب کے ساتھ تیری نصرت کی گئی۔ اور مخالفوں نے کہا: اب کوئی جائے پناہ نہیں۔)

(۳)..... قریباً نصف رات کے بعد الہام ہوا: صبر کر، خدا تیرے دشمن کو ہلاک کرے گا۔" (بدر۔ جلد ۲۔ نمبر ۳۴۔ بتاریخ ۲۳/اگست ۱۹۰۶ء۔ صفحہ ۲)

❁❁.....❁❁❁❁.....❁❁